OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 4, Issue 3 (July-September 2021)

سورۃ یٰس میں وارد بلاغی امور: "التحریر والتنویر" اور "صفوۃ التفاسیر" کا مطالعہ

Rhetorical Matters in *Sūrah Yasīn*: A Study of "*al-Taḥrir Wa al-Tanwīr*" and "*Safwat al-Tafāsīr*"

Marwa Iqbal
Doctoral Candidate Islamic Studies, Sheikh Zayed Islamic Center, Punjab University, Lahore, Pakistan
Prof. Dr. Haris Mubeen
Professor, Sheikh Zayed Islamic Center, Punjab University, Lahore, Pakistan
Dr. Hafiz Muhammad Abrar Awan
PhD Islamic Studies, Sheikh Zayed Islamic Center, Punjab University, Lahore

Abstract

The Holy Qur'an is not only guidance for the world but also an excellent model of rhetoric and eloquence. Rhetoric is the art of using language for persuasion in speaking or writing, especially in oratory. From the revelation of the Qur'an up till now, the exegetical writers of the Qur'an have given this miraculous aspect of the Quran careful attention. There are two famous and modern exegeses as Muhammad '*Alī Al-Ṣābūnī's "Ṣafwah Al-Tafāsīr" and Muhammad Ibn 'Āshūr's "al-Taḥrīr Wa al-Tanwīr*" in which, they shed light on the rhetorical aspects of the verses. Therefore, I will discuss Surah Yasin's explanations in Urdu so that every teacher and learner of the Qur'an can get to their true meaning.

Key words: Rhetoric, *Ṣafwah al-Tafāsīr, Ibn 'Āshūr, Al-Taḥrīr Wa al-Tanwīr, al-Ṣābūnī*

CC BY

تمہید

قرآن کریم اللہ کی آخری کتاب ہے، جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے راہ ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور رہا ہے کہ جس زمانے میں بھی کسی پیغمبر کو مبعوث کیا گیا اس زمانے میں رائج چیزوں کو بطور چیلنج معجزے کی صورت میں انبیا کو عطا کیا گیا، جیسے موسیٰؑ کو اس زمانے میں رائج جادوگری کے مقابلہ کے لیے عصا کا معجزہ عطا کیا گیا، حضرت عیسیٰؑ کو شفائے کیمیا عطا کیا گیا، اسی طرح نبی کریم ﷺ کو قران حکیم کی صورت میں زبان وبیان کا معجزہ عطا کیا گیا، کیوں کہ عرب اقوام زبان وبیان کی سحر انگیزی میں مبتلا تھیں، انہیں زبان وبیان کے ذریعے مبہوت کیا گیا۔ اگرچہ قرآن کریم کی وجوہِ اعجاز بہت سی ہیں، جہاں یہ معانی و مطالب کا گنجینہ ہے، وہیں فصاحت وبلاغت کا ایسا نمونہ ہے جس کی ہمسری کی جا سکتی ہے نہ مشابہت۔ قرآن کریم کے نزول سے لے کر اب تک مفسرینِ قرآن تفسیر کرتے ہوئے اس اعجازی پہلو کو اپنا خاص اُسلوب بناتے رہے ہیں۔ شیخ صابونی کی "صفوۃ التفاسیر" اور علامہ ابن عاشور کی "التحریر والتنویر" دورِ جدید کی دو مشہور تفاسیر ہیں جس میں میں انہوں نے آیات قرآنی کی تفسیر کرتے ہوئے اُن کے بلاغی پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اِن تفاسیر میں سے بطور نمونہ سورۃ یٰس میں جو بلاغی امور ذکر کئے گئے ہیں انہیں اس مقالے میں پیش کیا گیا ہے۔

التحریر والتنویر از محمد الطاہر ابن عاشورؒ (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۸۴ء)

علوم قرآن کی اس نوع پر ہر دور کے علماء نے بہت کام کیا ہے اور مفسرین نے قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے اسے اپنا خاص اسلوب بنایا ہے۔ دورِ جدید کے ان مفسرین میں سے ایک بہت اعلیٰ پائے کے مفسر علامہ ابن عاشور تیونسی (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۸۴ء) بھی ہیں جنہوں نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "التحریر والتنویر" میں آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کو اپنا خاص اسلوب بنایا ہے بلکہ ان کی تفسیر کو اگر بلاغی کہا جائے تو یہ غلط نہ ہو گا۔ آپ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم کے معانی اور مقاصد بہت سے فنون کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔۔۔ اور بہت سے مفسرین نے ان میں سے بعض فنون پر توجہ دی ہے لیکن قرآن حکیم کے فنون میں سے ایک فن ایسا ہے جس کے دقائق اور نکات سے اس کی کوئی آیت خالی نہیں اور وہ بلاغت کے دقائق کا فن ہے اس پر مفسرین نے اتنی توجہ نہیں دی جتنی دوسرے فنون پر دی اس لیے میں نے التزام کیا ہے کہ حتی الامکان اس فن کے نکات پر تنبیہ کرنے سے غافل نہ رہوں گا اور میں نے اپنی اس تفسیر میں وجوہ اعجاز، نکات بلاغت کا اہتمام کیا ہے۔(1)

صفوۃ التفاسیر از شیخ محمد علی صابونیؒ (۱۹۳۰ء۔ ۲۰۲۱ء)

یہ شیخ محمد علی صابونی کی شہرہ آفاق تصنیف ہے جو انہوں نے متقدمین کی تفاسیر میں سے اخذ کر کے تالیف کیا ہے اور وہ اپنی اس تفسیر میں آیات کی تفسیر کرتے ہوئے امورِ بلاغت پر علیحدہ سے باب باندھتے ہیں۔ انہیں اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ شیخ صابونی صفوۃ التفاسیر کے مقدمے میں رقم طراز ہیں: جب معاش کی فکروں نے مسلمانوں کو گھیر رکھا ہے اور بڑی بڑی تفسیروں تک رسائی کیلئے ان کے پاس وقت نہیں ہے جو ہمارے اسلاف نے کتاب اللہ کی خدمت کیلئے لکھیں تھیں جس میں انہوں نے آیات کی تفصیلاً وضاحت کی اور اس کی بلاغت کو ظاہر کیا تو آج کے علماء کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ لوگوں کے قرآن سمجھنے کو آسان بنانے کیلئے کوششیں کریں اور ایک ایسا اُسلوب اختیار کریں جو طوالت، فنی پیچیدگیوں، بیانی فصاحتوں اور بلاغتوں کے تکلفات سے خالی ہو۔ اسی لیے میں نے ایسی تفسیر لکھنے کا عزم کر لیا جو عصر حاضر کی روح کے مناسب ہو اور آج کے اس مہذب اور تعلیم یافتہ نوجوان کی تفسیر کو جاننے کی ضرورت کو پورا کر سکے۔(2) جس طرح قرآن کا مکمل اعجاز فنونِ بلاغت سے آگاہی کی صورت میں ہی سمجھ آتا ہے، اُسی طرح اِس سے ناواقفیت، فہمِ مرادِ خداوندی میں دشواریوں کا بھی باعث بنتا ہے۔ لہٰذا قرآن کے صحیح فہم کیلئے علومِ بلاغت سے آگاہی بھی ضروری ہے۔

فصاحت وبلاغت

فصاحت: (لغوی معنی) **اَلْفَصْحُ** کے معنی کسی چیز کے ہر قسم کی آمیزش سے پاک ہونے کے ہیں۔ **"افصح الصبح"** صبح کا روشن اور نمودار ہونا۔[3] فصاحت سے مراد گفتگو میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جو صاف ہوں، ظاہر ہوں، سنتے ہی بات فوراً سمجھ میں آجائے اور اِن کے عمدہ ہونے کی وجہ سے اُدباء اور شعراء کے درمیان بکثرت استعمال ہوتے ہوں۔[4] بلاغت: (لغوی معنی) مقصد اور منتہیٰ کی آخری حد تک پہنچنا۔[5] (اصطلاحی معنی) بلاغت سے مراد اُن ادبی قواعد کو جاننا، جس کے ذریعے متکلم عظیم واضح معنی کو ایسی فصیح عبارت میں ادا کرنے پر قادر ہو جائے جو مقتضائے حال کے مطابق ہو اور محسّناتِ ذاتیہ وعرضیہ (ظاہری وباطنی خوبصورتی) سے مزین ہو۔[6] علم فصاحت وبلاغت تین علوم پر مشتمل ہوتے ہیں: ۱۔ علم المعانی ۲۔ علم البیان ۳۔ علم البدیع

علم المعانی: وہ علم ہے جس کے ذریعہ عربی لفظ (مفرد ومرکب) کے وہ احوال معلوم ہوں، جن احوال کے ذریعے مقتضائے حال (مخاطب کی حالت کے تقاضے) کے مطابق ہو جائے۔[7] علم المعانی کے آٹھ ابواب ہیں: ۱۔ خبر، انشاء ۲۔ تعریف، تنکیر ۳۔ تقدیم، تاخیر ۴۔ ذکر، حذف ۵۔ اطلاق، تقیید ۶۔ قصر ۷۔ وصل وفصل ۸۔ ایجاز، اطناب ومساوات

علم البیان: وہ علم ہے جس کے ذریعہ ایک معنی ومفہوم کو مختلف طریقوں سے ادا کرنے کا سلیقہ معلوم ہو جائے، جن میں سے بعض معنی مرادی پر دلالت کرنے میں دوسرے بعض کے مقابلہ میں اجلیٰ واَوضح ہوں۔ علم بیان میں تین چیزوں سے بحث کی جاتی ہے: تشبیہ، مجاز، کنایہ[8] علم بدیع: وہ علم ہے جس کے ذریعہ فصیح وبلیغ کلام میں حسن پیدا کرنے کے طریقے معلوم ہوں۔ کلام میں حسن پیدا کرنے کی دو صورتیں ہیں، جن کو محسّنات جوہریہ ومحسّنات عرضیہ سے تعبیر کرسکتے ہیں یا محسنات اصلیہ، محسنات ضمنیہ سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں۔ محسنات جوہریہ، اس کے طریقے: تشبیہ، استعارہ، مجاز، کنایہ، ایجاز، اقسام اطناب اور مساوات ہیں، جن کا ذکر بلغاء حضرات علم بیان ومعانی کے ضمن میں کرتے ہیں اور محسنات عرضیہ کی دو صورتیں ہیں: محسنات لفظیہ، محسنات معنویہ، جن کا بیان علم البدیع میں کیا جاتا ہے۔[9] علم بدیع کی مختلف صورتیں یہ ہیں: طباق، مراعاۃ النظیر، لف ونشر، عکس، مبالغہ، مدح وذم، استطراد، التفات، جناس، سجع اور ردالعجز علی الصدر

"التحریر والتنویر" اور "صفوۃ التفاسیر" کی روشنی میں سورۃ یس میں وارد بلاغی امور کا جائزہ

دورِ حاضر کی ان دونوں تفاسیر میں بلاغی امور کو خاص طور پر مد نظر رکھا گیا ہے۔ مقالہ ہذا میں صرف سورہ یس میں مذکور بلاغی مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے۔ سورۂ مذکورہ کی مختلف آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فاضل مفسرین نے جن بلاغی مباحث اور اصطلاحات کو قلم بند کیا ہے، انہیں زیب قرطاس کیا جاتا ہے: ﴿**وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ**﴾ (یس ۳۶:۲) قرآن کی قسم اللہ کے نزدیک اس کی قدر ومنزلت اور عظمت سے کنایہ ہے۔[10] **إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ۔۔۔إِنَّا إِلَيْكُمْ مُرْسَلُونَ**: میں اِنَّ اور لام کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے اور اس قسم کو انکاری کہتے ہیں۔[11] ﴿**عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ**﴾ (یس ۳۶:۴) صراط میں تنکیر اس کی عظمت تک پہنچنے کیلئے ہے۔[12] ﴿**إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ**﴾ (یس ۳۶:۸) **إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا**: میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔ کفار کے ہدایت اور ایمان سے رکے رہنے اور انکار کرنے کی حالت کو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کے ہاتھ گردن کے ساتھ بذریعہ طوق باندھ دیے گئے ہوں اور اس کا سر اوپر اٹھا ہو۔ نہ وہ نیچے دیکھ سکتا ہو اور نہ ہی دائیں بائیں۔ اسی طرح ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کے تمام راستے مسدود ہو جائیں اور وہ راہ ہی نہ پاتا ہو اور یہ تشبیہ استعارہ تمثیلیہ کے طور پر ہے۔[13] ﴿**وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ**﴾ (یس ۳۶: ۹) **الاغشاء**: غشی کا طاری ہونا۔ اور وہ ہے جو کسی چیز کو ڈھانپ لیتی ہے یعنی ہم نے ان کی آنکھوں کو ڈھانپ دیا ہے۔ پس کلام میں حذف مضاف ہے جس پر سیاق دلالت کرتا ہے۔ یہ مجاز مرسل کی ایک

صورت ہے۔﴿فهم لا يبصرون﴾ میں مسند فعلی کا مسند الیہ پر مقدم ہونا، حکم کی تقویت کا فائدہ دیتا ہے یعنی ان کی عدم بصارت کو ثابت کرتا ہے۔[14] مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ: میں طباق ہے۔[15]﴿وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾(یس٣٦:١٠)اس آیت میں ہمزہ تسویہ استفہام کیلئے ہے جو کہ مجاز مرسل کے طور پر استعمال ہوا ہے۔[16]أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ: میں طباق سلب ہے۔[17]﴿إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ﴾ (يس ٣٦ :١١)

التباع: اس سے مراد چلنے والے کے پیچھے چلنا ہے۔ پس ذکر کی پیروی کرنا اور جو کچھ اس میں ہے اس پر ایمان لانا ہے اور اس پر غور و فکر کرنا عمل کرنے میں فائدہ دیتا ہے۔تنذر اور بشرہ کو ایک جگہ جمع کرنا محسن طباق ہے۔ اس بیان کے ساتھ کہ پہلے ڈرانے کا حکم دیا گیا ہے اور پھر اجر کریم کی بشارت دی گئی ہے۔[18]﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتَى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ﴾(یس٣٦:١٢) نَحْنُ نُحْيِ: میں تجنیس ناقص ہے چونکہ بعض حروف میں تبدیلی ہے۔[19]پس یہ صراحت کے ساتھ قیامت کے ادراک کو ثابت کرتا ہے۔ مردہ کا استعارہ مشرکین کیلئے اور زندگی کا شرک سے بچنے کیلئے اور مردہ کا زندہ ہونا موافق ہے اس شخص کیلئے جو لوگوں سے امن میں آگیا ہو ایمان کی طرف جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿أفمن كان ميتاً فأحييناه وجعلنا له نوراً يمشى به في الناس كمن مثله في الظلمات﴾(الأنعام:١٢٢)اور جو کچھ آگے بھیجا اس کو لکھنا کنایہ ہے اعمال صالحہ پر ثوب کے وعدہ سے اور ان کے اقوال پر ثواب۔[20] **الإحصاء:** اس سے مراد شمار کرنا اور حساب کرنا ہے اور یہ احاطہ کرنا اور ضبط کرنا سے کنایہ ہے اور ذکر میں سے کسی چیز کا غائب نہ ہونا۔ اس لیے کہ شمار کرنا اور حساب کرنا حساب میں سے کسی چیز کے فوت نہ ہونے کو لازم کر دیتا ہے۔[21]﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ﴾ (يس ٣٦ :١٣)اور ضرب مجاز مشہور ہے بنانے اور ڈالنے کے معنی میں۔[22]﴿قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ﴾(يس ٣٦ :١٥)اور استثناء ﴿إن أنتم إلا تكذبون﴾ استفہام مفرغ ہے حذف شدہ خبروں کے بارے میں پس جملہ ﴿تكذبون﴾ ضمیر ﴿أنتم﴾ کی خبر کی جگہ پر ہے۔[23]﴿اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾(یس٣٦:٢١)اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا: میں اطناب ہے اور اطناب فعل کو مکرر لانے کے ساتھ ہے۔[24]أَأَتَّخِذُ مِنْ دُونِهِ آلِهَةً: میں استفہام برائے توبیخ ہے۔[25]﴿قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ﴾ (یس ٣٦:٢٦)اس قول میں کلمہ حق کو بلند کرنے والے کو قتل کر کے شہید کرنے سے کنایہ ہے۔[26]﴿قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ: میں حذف ہے اور عبارت محذوفہ پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے۔یعنی جب اس نے اپنا ایمان ظاہر کیا اور قوم نے اسے قتل کر دیا تو اس سے کہا گیا جنت میں داخل ہو جا۔تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ (يس ٣٦ :١٨) قَالُوا طَائِرُكُمْ اور أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُمْ مُرْسَلُونَ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ مختلف آیات کریمات میں رعایت فاصلہ ہے اور یہ خصائص قرآن میں سے ہے۔ اس سے آنکھوں کو فرحت۔ دل کو سکون اور کانوں کو لذت حاصل ہوتی ہے۔[27]﴿إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ﴾(یس٣٦:٢٩)خمود کا مطلب آگ کا بجھنا ہے اور یہ طاقت اور سرکشی سے بھری ہوئی زندگی کے بعد موت کیلئے استعارہ ہے اور کلام مشتمل ہے ان کی زندگی کی حالت کو آگ کے پھیلنے سے اور ان کی موت کو آگ کے بجھنے سے تشبیہ دینے پر۔[28]﴿أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾(یس٣٦:٣١)اور اس میں جو استفہام ہے وہ انکاری ہو سکتا ہے۔ بستیوں کی ہلاکت کے بارے میں ان کی غفلت پر نازل ہوئی ہے۔ان کا رد کیا گیا ہے اس ہلاکت سے لاعلمی پر کیونکہ قوموں کی ہلاکتوں کا علم مشہور ہے اور یہ استفہام تقریری بھی ہو سکتا ہے۔ اس اقرار کی بنیاد بستیوں

کی ہلاکت کے علم کے نفی پر ہے۔(ان کی معذرت یہاں تک کہ وہ ان سے سن نہ لیں سوائے اقرار کہ وہ جانتے تھے۔)
[29]﴿وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ﴾(یس ۳۶ :۳۳)وَآيَةٌ لَهُمُ:میں تنکیر برائے تفخیم و تعظیم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر عظیم الشان نشانی۔ **الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا:** محنت اور زندگی، رات و دن کے درمیان طباق ہے۔[30]﴿وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ﴾(یس۳۶:۳۷)**وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ:** میں دن کی روشنی کو اور رات کی ظلمت کے چھٹ جانے کو بکری کی کھال اتارنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اَلسَّلْخ کا استعارہ ہے اخراج کیلئے اور اس سے مضارع نَسْلَخُ مشتق ہے جو کہ بمعنی نخرج ہے اور یہ استعارہ تصریحیہ کے طور پر ہے جو کہ بلیغ استعارہ ہے۔ رات اور دن میں صنعت طباق بھی ہے۔[31] پس دن کو بکری کی کھال سے تشبیہ دی ہے کہ جو اس کے نیچے جو کچھ ہے اس کو ڈھانپ لیتی ہے جیسا کہ چھاجاتا ہے دن، رات کی تاریکی پر صبح میں اور دن کے کھلنے اور اس کے ڈھلنے کو بکری کی کھال اتارنے سے تشبیہ دی ہے۔ پس رات اس جانور کے جسم کی مانند ہو گئی جس کی کھال اتار دی گئی ہو۔[32]﴿لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾ (یس ۳۶ :۴۰)اس آیت میں جملہ ﴿کل فی فلک﴾ میں محسن الطرد اور عکس ہے پس اسے آخر سے بھی ایسے پڑھ سکتے ہیں جیسے اسے شروع سے پڑھ سکتے ہیں۔[33] **لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ:** میں مسند الیہ کو مقدم کیا گیا ہے تا کہ حکم منفی کو تقویت حاصل ہو۔ یہ ترکیب اس ترکیب سے زیادہ بلیغ ہے **لَا لِلشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ:** نیز اس طرف بھی اشارہ ہے کہ سورج کو کام میں لگایا گیا ہے وہ اپنی حدود سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آپ کا قول أنت لا تکذب زیادہ بلیغ ہے بنسبت لا تکذب کے۔ پہلی ترکیب کذب کی نفی میں زیادہ سخت ہے۔ یہ قرآنی اسرار میں سے ایک سر ہے۔ **وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ:** میں غیر عاقل کو عاقل کی جگہ اتارا گیا ہے۔ چنانچہ سورج چاند ستاروں کیلئے جمع مذکر کی ضمیر لائی گئی ہے، جبکہ تیرنا عقلا کی صفت ہے۔[34]﴿وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴾(یس۳۶:۴۱)اور سوار کرنے کا اطلاق ڈوبنے سے نجات پر مجاز مرسل ہے علاقہ سببیہ اور مسببیہ کے ساتھ یعنی ہم نے نجات دی ان کی اولاد کو غرق ہونے کشتی میں سوار کروا کر جب طوفان آیا۔[35]﴿وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ﴾ (یس ۳۶ :۴۲)جملہ معترضہ ہے آیت بحر کے درمیان۔ اسے ہم مراعاۃ النظیر شمار کرتے ہیں نصیحت کیلئے اونٹوں کی تخلیق کی نعمۃ کے ساتھ سفروں میں۔[36]﴿وَإِنْ نَشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُونَ ﴾(یس۳۶:۴۳)﴿وإن نشأ نغرقهم﴾ میں مسند فعلی کو مسند الیہ پر مقدم کرنا حکم کی تقویت کے افادہ کیلئے ہے اور وہ نفی ہے اس کے علاوہ کسی کو بچانے سے۔[37]

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾(یس ۳۶:۴۷)﴿قال الذين كفروا﴾ میں موصول کا اظہار اضمار کے مقام میں ہے مقتضی ظاہر کے ساتھ۔ ﴿أَنُطْعِمُ﴾ میں استفہام انکاری ہے۔ اگر اللہ ان کو کھلانا نہ چاہے تو وہ نہیں کھا سکتے۔ ان کے اعتقاد کے مطابق اس لیے اللہ ہی کھلانے والا ہے۔[38] **قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا:** میں طباق ہے جبکہ **أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ أَطْعَمَهُ:** میں استفہام برائے تہکم ہے۔[39]﴿وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴾(یس ۳۶ :۴۸)﴿إن كنتم صادقين﴾ پس اس میں استفہام استعمال ہوا ہے کنایہ کے طور پر ان کی تحقیر اور تکذیب کرنے کیلئے۔
[40] **حَتَّى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ:** میں تشبیہ مجمل مرسل ہے جبکہ وجہ شبہ تین چیزوں سے مرکب ہے: باریکی، منحنی ہونا اور زردی مائل ہونا۔ وجہ شبہ مذکور نہیں اس لیے یہ تشبیہ مرسل مجمل ہے۔[41]﴿مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴾(یس۳۶:۴۹)﴿وهم يخصمون﴾ میں مسند الیہ کو مسند فعلی پر مقدم کرنا حکم کی تقویت کے افادہ کیلئے ہے اور وہ یہ چنگھاڑ ان کو پکڑے گی۔[42]﴿فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَى أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ﴾ (یس ۳۶ :۵۰)﴿فلا

یستطیعون توصیۃ﴾ زور کی چنگھاڑ اور ان کی ہلاکت کے درمیان تیزی کنایہ ہے۔[43] **توصیۃ:** اس کی تنکیر تقلیل کیلئے ہے کہ وقت کی قلت کی وجہ سے وہ سفارش یا معافی کی بھی استطاعت نہ رکھ سکے۔[44] **﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ﴾** (یس ۳۶:۵۸) اور سلام مبتدا ہے تعظیم کیلئے اور ربٍّ کی تنوین تعظیم کیلئے ہے۔[45] **﴿أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾** (یس ۳۶ : ۶۰) اس آیت میں استفہام تقریری ہے۔ ان سے بنی آدم کے عنوان سے مخاطب کیا گیا ہے کیونکہ یہ ان کا شیطان کی عبادت کرنے پر سرزنش کرنے کا مقام ہے، تقاضا کرتا ہے ان کو کی جانے والی نصیحت کا کہ وہ اس شخص کے بیٹے ہیں جسے شیطان نے اپنا دشمن بنایا تھا۔[46] **﴿وَأَنِ اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾** (یس ۳۶:۶۱) **وَأَنِ اعْبُدُونِي:** طباق سلب ہے۔ پہلا حصہ سلب ہے اور دوسرا ایجاب ہے۔[47] اس آیت میں صراطٌ کی تنوین تعظیم کیلئے ہے۔[48] **﴿وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ﴾** (یس ۳۶:۶۲) **﴿أفلم تكونوا تعقلون﴾** اس میں استفہام انکاری ہے، ان کے عقل مند ہونے کے عدم کے حوالے سے یعنی وہ ادراک رکھتے تھے۔[49] **﴿هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾** (یس ۳۶:۶۳) **﴿أفوههم۔ أيديهم۔ أرجلهم۔ يكسبون﴾** میں ضمائر غیبیہ پلٹتے ہیں ان لوگوں کی طرف جن کو اس قول: **﴿هٰذِهِ جهنم التي كنتم توعدون﴾** میں مخاطب کیا گیا ہے التفات کی طرز پر[50] **مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ، يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ:** میں طباق ہے اور یہ محسنات ہے۔[51] **﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ﴾** (یس ۳۶:۶۳) **﴿وما ينبغي له﴾** جملہ معترضہ ہے۔[52] **﴿لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾** (یس ۳۶:۷۰) **﴿الحيّ﴾** کا کلمہ مستعار لیا گیا ہے کامل عقل اور صاحب ادراک شخص کیلئے اور یہ تشبیہ بلیغ ہے یعنی وہ شخص جو فہم میں زندہ کی مانند ہے۔[53] **لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا:** میں حسن مقابلہ ہے۔ مؤمنین و کفار اور انذار و اعذار کے درمیان آیت میں مقابلہ ہے۔[54] **﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ﴾** (یس ۳۶:۷۱) **مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا:** میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔ جو چوپایوں کی تخلیق کی گئی ہے اور وہ کام کرتے ہیں لیکن بالخصوص چوپایوں کی تخلیق و تکوین کو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو خود اپنے ہاتھوں سے چیز بنا رہا ہو۔ اور عمل کا لفظ تخلیق کیلئے استعارہ ہے جو کہ بطور استعارہ تمثیلیہ کے ہے۔[55] **وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ:** یہ عام ہے اور اس کے بعد **فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ:** یہ خاص ہے۔ اسے اصطلاح میں ذکر العام بعد الخاص کہا جاتا ہے اور اس کا فائدہ تفخیم نعمت اور تعظیم احسان ہے۔[56] **﴿وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ أَفَلَا يَشْكُرُونَ﴾** (یس ۳۶:۷۳) **﴿أفلا يشكرون﴾** ان بے شمار نعمتوں کیلئے شکر کی تکرار کو ترک کرنے پر ایک حیران کن سوال ہے، پس اسی لیے یہ مضارع کے ساتھ آیا ہے جو کہ تجدید اور تسلسل کا فائدہ دیتا ہے، اس لیے کہ یہ نعمتیں ہر حال میں جاری رہنے والی ہیں۔[57] **﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُونَ﴾** (یس ۳۶:۷۴) اسم جلالہ کا آنا اسم علم ہے۔ ضمیر دون الاظہار فی مقام الاضمار۔ اس لیے کہ وہ اس کے اسم علم کے ذریعے عظمت الہیہ کا شعور حاصل کر لیں اور اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ ان کا اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنانا بہت بڑی جرأت ہے۔[58] **وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُحْضَرُونَ:** میں تشبیہ بلیغ ہے یعنی کفار خدمت و دفاع میں لشکر کی مانند ہوں گے۔ حرف تشبیہ اور وجہ تشبیہ کو حذف کر دیا گیا ہے یوں یہ تشبیہ بلیغ ہوئی۔[59] **﴿أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ﴾** (یس ۳۶:۷۷) خصیمٌ فعیلٌ کے وزن پر مبالغہ ہے یعنی شدید جھگڑالو ہے۔[60] **﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ﴾** (یس ۳۶:۷۸) **﴿من يحي العظام﴾** اس میں استفہام انکاری ہے۔ **﴿ونسيَ خلقه﴾** یہ مستعار ہے اپنی اصل سے لاعلمی کیلئے یعنی عدم رہنمائی ان کی تخلیق اول کی طرف سے یعنی ان کا بھول جانا کہ ہم نے ان کو نطفے سے پیدا کیا ہے۔[61] **﴿أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَى وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ﴾** (یس ۳۶:۸۱) **﴿وهو الخلاق العليم﴾** اس کلام کے آخر میں جملہ معترضہ ہے۔

(62)﴿فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾(یس ٣٦:٨٣)الملکوت ملک سے مبالغہ ہے۔ الیہ کا مقدم کرنا ترجعون ہے رعایت فاصلہ کے اہتمام کیلئے ہے۔(63)

خلاصۂ بحث

قرآن کریم کی وجوہِ اعجاز میں سے ایک اہم وجہ قرآن کا فصاحت وبلاغت سے بھرپور انداز ہے۔ عربی مبین میں منزل من اللہ یہ کلام فصاحت وبلاغت کا ایسا حسین مرقع ہے جو قیامت کی صبح تک انسانیت کے لیے زبان وبیان کی تمام رعنائیوں کے ساتھ عمل کی راہیں کھولتا رہے گا۔ کیوں کہ یہ کتاب، کتابِ ہدایت ہے، انسانیت کے لیے عملی نمونہ ہے، اس لیے اس کی زبان کو ایسا بنایا گیا ہے کہ اس کے الفاظ صاف ہوں، ظاہر ہوں، سنتے ہی فورًا سمجھ میں آجائیں، الفاظ ایسے ہیں کہ جو اہل زبان کے مابین بہ کثرت استعمال ہوتے ہیں، نہ ان میں لفظی پیچیدگی ہے نہ معنوی، نیز اس کے معانی مقتضائے حال کے مطابق بھی ہیں کہ جو دل ودماغ پر اچھا اثر چھوڑتے ہیں۔ اس لیے مفسرین نے کلامِ الہی کے مطالب تک تشنگانِ علوم اسلامیہ کی رسائی کے لیے فصاحت وبلاغت کے اس اعجاز کو بھی مد نظر رکھا، یوں تو ہر زمانے میں ہی مفسرین نے تفاسیر میں اس پہلو پہ کام کیا، قریب زمانے میں قرآن حکیم کی دو عربی تفاسیر "التحریر والتنویر" اور "صفوۃ التفاسیر" میں اس پہلو پہ کس انداز میں کام کیا گیا، اس کا نمونہ زیر نظر مقالے میں پیش کیا گیا۔ یہاں یہ واضح رہے کہ صفوۃ التفاسیر جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، ایک مختصر تفسیر ہے، لیکن فاضل مفسرؒ نے تفسیری نکات کی ضرورت کے پیش نظر اس پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ جب کہ التحریر والتنویر نسبتًا ایک مفصل تفسیر ہے اور مفسر علّام بلاغی وجوہ کے بیان کے ساتھ تفسیر کو خوب مزین کرتے ہیں۔ کیوں کہ آیات قرآنی کی تفسیر کرتے ہوئے اگر بلاغی امور کو بھی مد نظر رکھا جائے تو مراد الٰہی کے اصل تک پہنچنا نہایت آسان ہو جاتا ہے چنانچہ ہر دو مفسرین نے اپنی ان تفاسیر میں ان بلاغی مباحث کا خاص طور پر ذکر کر کے فہم قرآن کو ہمارے لیے آسان بنا دیا ہے۔

References

[1] Muhammad Al-Ṫāhir Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr(Beirūt: Musada al-Tārīkh), I: 8.
[2] Muhammad ʿAlī Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr(Qāhira: Dār al-Ṣābūnī, 1997AD), I: 22.
[3] Imām Rāghab AṢfhānī, Mufrdāt al-Qurān(Lahore: Al-Faḍal Markīt), 2: 242.
[4] Abū al-Qāsim Muhammad Alyās Gaḍhūwī, Ajrāʿy Balāghat Qurāniya Maʿ Badīʿ al-Qurān(Gujrāt: Idārat al-Ṣadīq, 1437AH), 21.
[5] AṢfhānī, Mufrdāt al-Qurān, I: 139.
[6] Gaḍhūwī, Ajrāʿy Balāghat Qurāniya Maʿ Badīʿ al-Qurān, 26.
[7] Gaḍhūwī, Ajrāʿy Balāghat Qurāniya Maʿ Badīʿ al-Qurān, 31.
[8] Gaḍhūwī, Ajrāʿy Balāghat Qurāniya Maʿ Badīʿ al-Qurān, 230.
[9] Gaḍhūwī, Ajrāʿy Balāghat Qurāniya Maʿ Badīʿ al-Qurān, 291.
[10] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 190.
[11] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr, 3: 12.
[12] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr, 3: 12.
[13] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr, 3: 12.
[14] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 200.
[15] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr, 3: 12.
[16] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 201.
[17] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr, 3: 12.
[18] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 202.
[19] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr, 3: 12.
[20] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 203.

[21] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 205.
[22] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 206.
[23] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 209.
[24] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr, 3: 12.
[25] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr, 3: 12.
[26] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 217.
[27] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr , 3: 12.
[28] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 219.
[29] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 222.
[30] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr , 3: 19, 20.
[31] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr, 3: 19, 20.
[32] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 229.
[33] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 236.
[34] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 236.
[35] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 236.
[36] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 237.
[37] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 238.
[38] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 241.
[39] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr , 3: 19, 20.
[40] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 242.
[41] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr , 3: 19, 20.
[42] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 243.
[43] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 243.
[44] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 244.
[45] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 251.
[46] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 253.
[47] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr , 3: 25, 26.
[48] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 254.
[49] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 255.
[50] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 256.
[51] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr , 3: 25, 26.
[52] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 267.
[53] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 270.
[54] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr , 3: 25, 26.
[55] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr, 3: 25, 26.
[56] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr, 3: 25, 26.
[57] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 273.
[58] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 274.
[59] Al-Ṣābūnī, Ṣufat al-Tafāsīr , 3: 25, 26.
[60] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 277.
[61] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 278.
[62] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 281.
[63] Ibn ʿĀshūr, Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanvīr, 22: 282.